خُدّامُ الدّین

22/8

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

احادیث الرسول

ایمان کے منافی باتیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، فحش بکنے والا اور بے باک حیا نہیں ہوا کرتا۔

اس حدیث میں چار بڑی باتوں کا ذکر ہے اور ان کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ ایماندار آدمی میں نہیں ہوتیں۔ آج ان چاروں باتوں کا ذکر آپ کے سامنے ہے ان پر غور کریں اور پھر اچھی بابت فیصلہ کریں کہ آپ کا ایمان صحیح سلامت ہے یا نہیں۔ یہ چاروں باتیں اجتماعی عیب کی نشانی ہیں۔ جو اس سوسائٹی میں رونما ہوتی ہیں جو پستی کی انتہا کو پہنچ چکی ہوتی ہیں۔

طعّان: اس کے معنی ہیں طعنے دینے والا یعنی دوسرا اگر کوئی اچھی بات کہے تو ماننے کی بجائے کہنے والے کو ایسا برا بھلا کہے کہ وہ اپنا سا منہ لے کے رہ جائے۔ یہ بات نیکوں کے سارے راستے روکنے والی ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ دھوکا دینا تو اچھی چیز نہیں تو دوسرا کھٹ سے کہے کہ پہلے اپنی تو خبر لے تو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔ فرمایئے اس بکواس کا کیا اثر ہوگا۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ ایسا شخص نہ خود اچھا ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص نہ خود اچھا ہو سکتا ہے اور نہ دوسرے کو اچھا بننے دے سکتا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ ایسے جواب دے۔ اسے تو ہر ایک کی اچھی بات قبول کر لینی چاہیے اور سچ کہنے والے کی تصدیق کرنی چاہیے۔

لعّان۔ وہ ہے جو لعنت کرتا ہے۔ یعنی کسی شخص سے کوئی برا کام نادانی سے ہو جائے تو اسے گالیاں دینا اور برا کہنا شروع کر دے اور گھرکی جھڑکی سے اس کا ناک میں دم کر دے۔ ایسا آدمی کسی کی اصلاح نہیں کر سکتا وہ اس کو اپنے سے متنفر کر دے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو نیک کام کی طرف سے بھی وہ اس کا دل ہٹا دے گا۔

فحّاش۔ فحش کام اور بے حیائی کی باتیں کرنے میں دلیر ہوتا ہے۔ گندی گالیاں اور خراب جذبات ابھارنے والے الفاظ اشارے کنائے اس کی زبان اور منہ پہ وصرت رہتے ہیں۔

بذیؔ وہ ہے جو اپنی حالت بھی ایسی بنائے کہ جسے دیکھ کر لوگوں کے گندے جذبات جوش میں آ جائیں۔

چاروں قسم کے لوگ مردوں میں ہوں یا عورتوں میں سوسائٹی کے لیے زہر قاتل ہیں۔ جس کے دل میں ذرا بھی ایمان اور اللہ کا خوف ہوگا۔ اس سے ایسی بات ہرگز نہیں ہو سکتی جس سے لوگوں کی اصلاح کا دروازہ بند ہو جائے اور آوارگی اور فواحش کا دروازہ کھل جائے۔ لوگ اس کی وجہ سے نیکی سے محروم اور شرافت سے متنفر ہونے لگیں یا اس کی وجہ سے بے حیائی اور برائی کے دروازے کھل جائیں۔

اللہ تعالٰے ان چاروں بیماریوں سے بچائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ —— شمارہ نمبر ۵

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

صاحبزادہ محمد صدیق

بدل اشتراک

سالانہ ۲۵ —— ۰۰

ششماہی ۱۸ —— ۰۰

سہ ماہی ۹ —— ۵۰

فی پرچہ ۰ —— ۷۵

بیادِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک مثالی حکمران

"(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ذاتی اعزاز یا استقلال نفس کی مطلق آرزو نہیں تھی اگرچہ انہیں اقتدار کلی حاصل تھا مگر انہوں نے اسے صرف اسلام کے مفاد کے لیے استعمال کیا لیکن ان کی قوت کا عظیم راز ان کے اس ایمان میں مضمر تھا جو انہیں (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رسالت پر تھا۔ بہرحال ان کے پیش نظر صرف ایک ہی سوال رہتا تھا اور وہ یہ تھا کہ انہوں (آنحضرت) نے کیا حکم دیا تھا؟ یا اگر وہ ہوتے تو اس معاملہ میں کیا کرتے؟ اور اس ضابطہ حیات سے حضرت ابوبکرؓ نے تا دم آخر سر مو انحراف نہیں کیا اسی کی بدولت انہوں نے فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کر دیا اور اسلام کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لیے استوار کر دیا۔

ان کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اسلام ابوبکرؓ سے بڑھ کر کسی شخصیت کا ممنون احسان نہیں۔ میں نے ابوبکرؓ کی زندگی اور سیرت پر جو اس قدر تفصیل سے کلام کیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام پر ان کا ایمان راسخ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر ایک ناقابل تردید شہادت ہے اگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مفتری علی اللہ ہوتے تو وہ اس شخص کی عقیدت اور رفاقت کو حاصل کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ جو زیرک اور صاحبِ بصیرت ہی نہ تھا بلکہ جس کی ساری زندگی سادی، استواری اور اخلاص کا مظہر اتم تھی۔"

(خلافت، اس کا آغاز، عروج اور انحطاط مطبوعہ ایڈنبرا ۱۹۲۴ء)

یہ طویل اقتباس جو ہم نے نقل کیا مشہور مؤرخ جو تعصب و اسلام دشمنی

[illegible] اپنا سوال آپ سے [illegible] رحیم اللہ [illegible] ہے جو اس
کی کتاب خلافت [illegible] سے ماخوذ ہے
ہم نے یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے کہ آج کل کے
بعض [illegible] حکومت
[illegible] کیا
کیا کہ انہیں معلوم ہو سکے کہ ہماری تاریخ میں کیسے کیسے
لوگ گزرے ہیں؟

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور علیہ السلام
پر سب سے پہلے ایمان لانے والے، سفر و حضر کے آپ
کے ساتھی، آپ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے اور
راہ خدا میں سب کچھ لٹانے والے ہیں کا سانحہ ارتحال
۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو پیش آیا اور اس آخری
گھڑی میں بھی آپ کو یہ بات تھی کہ حساب کر کے
معلوم کرایا کہ میں نے اپنے دور خلافت میں بیت المال
سے کتنا معاوضہ لیا ہے تو معلوم ہوا صرف چھ ہزار درہم!
(ہمارے سکہ کے حساب سے ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ)
تو فرمایا:

"میری فلاں زمین فروخت کر کے اسے بیت المال
میں واپس کر دینا۔"

کیا چند کوڑیاں روزانہ کے حساب سے بیت المال
سے لیں اور دنیا سے جاتے جاتے وہ بھی واپس کر دیا
یہ اس شخص کا عالم ہے جن کے متعلق کائنات کے
رہنما محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ ہر کسی کے احسانات کا میں نے بدلہ چکا دیا الا صدیق اکبرؓ
اور جب ستاروں سے بھرا ہوا آسمان دیکھ کر حضرت
عائشہؓ نے سوال کیا کہ ان کے برابر کسی کی نیکیاں ہوں گی؟
تو فرمایا عمر فاروقؓ کی۔ اور اگلے سوال پر فرمایا تمہارے
باپ ابو بکرؓ کی ایک رات کی نیکی ان سے زیادہ ہے۔
اس شخص کی خدا خوفی و خدا ترسی، خلوص و ایثار کا
یہ عالم ہے اور زمانہ حاضرہ کے بگڑے ہوئے شہزادوں
کا یہ عالم ہے کہ ان کی ایک ایک دن کی شراب کا بجٹ
ان کے دور خلافت کے مجموعی خرچ سے زیادہ ہے۔ اور
ہماری پھر بھی رٹ ہے کہ

ہم چو ما دیگرے نیست

واقعہ ہے [illegible] کہ [illegible] عصر [illegible] خلفاء کی
حسن تربیت سے [illegible] وہ لوگ پیدا ہوئے [illegible] ان
کی تاریخ کا ہر [illegible] سکتا ہے اور نفس اعتراف حقیقت
پر مجبور ہے [illegible] ہم کو آپ سے [illegible] دیکھیں
تو وہ کافر بھی [illegible] حکمرانوں کو نصیحت کر رہا ہے کہ
"مثالی حکمران بننا چاہتے ہو تو ابو بکرؓ و عمرؓ
کی سیرت اپناؤ"

اس کی وجہ واضح ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے
عقیدہ صادقہ کی روشنی میں عمل کر کے ایک مثال قائم
کی اور قدرت نے ان کی دستگیری کی۔

آج کل دیکھیں تو صورت ہے نہ سیرت اور دعوے
یہ ہے کہ ہم اصلاح دو عالم ہم سے ہے
اس بدعملی نے ہمیں غرق کر دیا۔ اور جب تک یہ
بدعملی ختم نہ ہو گی اصلاح احوال مشکل ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے خلیفہ بنتے ہی "پالیسی" کے
متعلق جو تقریر کی وہ موجودہ حکمرانوں کی نذر ہے
شاید کہ انہیں احساس ہو جائے۔

"لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ
میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں اچھا
کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں برا
کروں تو مجھ کو سیدھا کرو۔ سچائی ایک
امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں
جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے
چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کروں گا۔ اور
تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور
ہے۔ چنانچہ میں اس سے حق لوں گا۔ جو قوم
جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت
کو مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بری
باتیں عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت
کو مسلط کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ
اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں، تم
میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور
اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری
کوئی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اچھا اب

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

"اسلام" مرد کی طرح عورت کا بھی محسن ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○

(صدق اللہ العظیم)

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا باغ ہے۔ اس کے ثمرات اور فوائد سے وہ قبر میں فائدہ اٹھا رہے ہیں تو ہم یہاں بیٹھے متمتع ہو رہے ہیں۔ یہاں کا ایک ایک لمحہ باعث خیر و برکت ہے کیونکہ ہم یاد الٰہی اور ذکر الٰہی کے لیے بیٹھے ہیں۔ اور ادھر اُدھر سے آئے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ اس موقعہ پر عام طور پہ آیات و احادیث کی کثرت سے تلاوت فرماتے اور ان کا ترجمہ اور مختصر مطلب بیان فرماتے۔ مَیں بھی یہی کوشش کرتا ہوں اللہ رب العزت اہل صدق و صفا کے نقش قدم پر چلائے۔

سو آیت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے اپنے نیک بندوں کی دس خاص صفات کا ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے مردوں اور کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والی خواتین کا ذکر فرمایا ہے کہ ان سب کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا مجاہد افضل و اعلیٰ ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرنے والا۔

اس نے پھر روزہ دار کی نسبت سوال کیا۔ جواب یہی ملا۔ پھر نماز، حج، زکوٰۃ، صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کا یہی جواب عنایت فرمایا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"پھر خدا کا ذکر کرنے والے بہت ہی بڑھ گئے۔ تب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں"

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جتنے بھی اعمال صالحہ ہیں وہ بذاتِ خود ذکر الٰہی میں شامل ہیں۔ ہر عمل میں یادِ خدا ہے اور بالخصوص نماز کا تو جزوِ اعظم ذکر ہے۔ لیکن وہ بندہ جو ان اعمال کو پورے اہتمام سے بجا لائے اور پھر یادِ الٰہی اس کے علاوہ بھی اس کا مشغلہ اور اوڑھنا بچھونا ہو تو وہ ایسے آدمی سے یقیناً افضل ہے جو محض انہی اعمال پہ اکتفا کرتا ہے۔

امام احمد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے بڑے درجے والا بندہ کون سا ہوگا؟ ——————

آپ نے ارشاد فرمایا۔ خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں ——————

جو آیت کریمہ شروع میں پڑھی اس کا شان نزول اور پس منظر یہ ہے کہ عورتوں نے شکوہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر معاملہ میں مردوں کا ذکر کرتے ہیں عورتوں کا ذکر نہیں کرتے، کوئی حکم کوئی واقعہ ہو مرد مخاطب ہوتے ہیں۔ یہ بات ازواج مطہرات تک پہنچی تو آپؐ سے سوال ہوا اس پر یہ آیت اتری۔ جس میں مسلم مرد مسلم عورتیں، مومن مرد، مومن عورتیں وغیرہ باتیں ارشاد فرمائیں۔ جو تعداد میں دس ہیں اور آخر میں کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

دراصل یہ دین اور دینی اعمال کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر نوازتے ہیں لیکن آج بدقسمتی سے دینی اقدار سے علیحدگی اور اعراض ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے ایسی معاشی ابتری، معاشرتی فساد اور سیاسی عدم استحکام کا دَور دَورہ ہُوا کہ پناہ بخدا۔ اور اس کا اثر اور ردعمل یہ ہُوا کہ ٹکے ٹکے پر قتل ہو رہے ہیں۔ کسی کی جان مال عزت آبرو محفوظ نہیں اور یہ سب دین سے بے اعتنائی کا سبب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کا شوق اور اعمال حسنہ کا شوق پیدا ہو جائے تو پھر یہ قباحتیں ختم ہو جایا کرتی ہیں اور انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔

لیکن یہ شوق توفیقِ الٰہی پر منحصر ہے، وہ نہ چاہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

مَیں نے اکثر حضرت شیخ الہندؒ کا قصہ ذکر کیا مالٹا سے واپسی پر انتہائی لاغر و نحیف تھے۔ اس کے باوجود پالکی میں بٹھا کر علیگڑھ لے جائے گئے جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھنے کے لیے۔ اور آخری وقت ڈاکٹر انصاری صاحب کے مکان پر روتے ہیں پوچھا تو فرمایا خواہش تھی کہ میدان جہاد میں دشمن کے گھوڑے اپنے ٹاپوں سے کچل دیں اور قیامت کو میرے جسم کے ذرات مٹی سے برآمد ہوں لیکن دعا قبول نہیں ہوئی، اسی کا رونا ہے۔

آپ اندازہ لگائیں ساری عمر کی قربانیاں اور پھر یہ رونا۔ دراصل اللہ کی معرفت نصیب ہو جائے تو حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ بہرحال ہر لمحہ یادِ الٰہی میں بسر کریں۔ کیونکہ جو دم غافل سو دم کافر۔ اور مسلمان کا اس سے بچنا ضروری ہے۔

خدا ہمیں غفلت سے بچائے، اپنے نام کی توفیق و لذت نصیب فرمائے۔ آمین!

ناشکری کی سزا

ناشکری اور احسان فراموشی کی سزا ہی ہم آجکل بھگت رہے ہیں کہ ہر انسان حیران و پریشان ہے روزمرہ اشیائے ضروریہ کی قلت اور نایابی کا شکار ہو رہے ہیں۔ امیر و غریب آٹے۔ گھی۔ چینی اور تیل کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے کسی فرد کو بھی چین اور اطمینان نصیب نہیں۔ کبھی سیلاب کبھی زلزلہ اور قحط سالی و مہنگائی کا عذاب ہمارے سروں پر منڈلاتا ہے قتل و غارت ہمگنگ رشوت خوری۔ قمار بازی زنا۔ رقص و سرود سینما بینی اور بے حیائی، برہنہ اور اخلاق سوز تصاویر کا بازار گرم ہے غلاف شرع ہم کام کر کے خود عذاب کو دعوت دے رہے ہیں یہ تو اللہ عزّ و جلّ اور رحمٰن و رحیم کی مہربانی ہے کہ وہ ڈھیل دے رہا ہے۔ اِنَّ اللہ یُمْہِلُ وَلَا یُھْمِلُ۔ اُس کی پکڑ بڑی سخت ہے اب بھی خدا اور رسول اکرم کی اطاعت قبول کر لو۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ سچے دل سے استغفار کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے روٹھ گیا ہے۔ اُس کو کسی نہ کسی طرح راضی کر لو۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ○ خدمات اور کمالات

جانشین شیخ التفسیر امام العلماء حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

صدق اللہ العظیم۔

گزشتہ جمعہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا ذکر خیر شروع ہوا تھا چونکہ تکمیل نہ ہونے پائی تھی اس لیے اور اس لیے بھی کہ یہ دن انہی کی سیرت کے بیان کے ہیں اس لیے اسی سلسلہ میں کچھ بیان ہوگا۔ پچھلے جمعہ والی آیت کریمہ پڑھی ہے کچھ نئی باتیں ہوں گی۔ کچھ پچھلی باتوں کا اشارۃً بیان کہ بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم اور صدیق اکبرؓ

قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ہیں جن میں اشارۃً سیدنا صدیق اکبرؓ اور ان کے حالات، فضائل و مناقب کی طرف اشارہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے الکنایۃ ابلغ من التصریح کہ صراحت سے کنایت زیادہ مشہور و معلوم ہے اور قرآن کریم میں نام لے کر محض ایک صحابیؓ کا ذکر ہے یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ! جو حضور علیہ السلام کی اہلیہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے انہوں نے ان کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا ———— اور مشہور واقعہ ہے کہ ان کے والدین کو علم ہوا کہ وہ یہاں ہیں تو انہیں لینے آئے۔ آپؐ نے جانے کی بالکل اجازت دے دی لیکن وہ نہ گئے۔

تو بہرحال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بلکہ ان میں بھی سب سے زیادہ افضل و مکرم اور حضور علیہ السلام کے انتہائی قریب، آپ کے یارِ غار اور آج یارِ مزار بھی ہیں، کا کئی جگہ ذکر ہے۔

بہت سارے واقعات ایسے ہیں جو سیدنا صدیق اکبرؓ کی خصوصیات میں شامل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کو انہوں نے اپنے کندھوں پر سوار کر کے سفر کیا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جس کسی نے مجھ پر احسان کیا میں نے دنیا میں اس کا بدلہ چکا دیا۔ اور صدیق اکبرؓ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے احسانات کا بہتر بدلہ انہیں دیں گے۔ یہ فرمان کوئی معمولی بات نہیں۔

بہرحال سورۂ نساء کی اس آیت کا ترجمہ یہ ہے :-

"اور جس نے اطاعت کی اللہ اور رسولؐ کی، پس وہی لوگ ہوں گے ان کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے اور صدیقوں میں سے اور شہیدوں میں سے اور صالح لوگوں میں سے اور یہ اچھے رفیق ہیں ————"

حضور علیہ السلام کو نبوت کا ملنا

بہرحال یہاں ان کے لقب صدیق کا تذکرہ ہے

اور یہ لقب بھی انہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے عطا ہوا اور یہ بہت بڑا شرف و اعزاز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال میں نبوت ملی۔ آپ کو غارِ حرا میں شرف نبوت سے نوازا گیا۔ جبریل امینؑ تشریف لائے اور فرمایا اقرأ یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ نے فرمایا ما انا بقارئ میں تو پڑھا لکھا نہیں۔ وہ نبی ہی کیا جو انسانوں سے پڑھے وہ متنبی کادیاں ہی ہو سکتا ہے، جو ہندو ماسٹروں سے پڑھے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس کو براہ راست خدا کی طرف سے نوازا گیا ہو الہام کیا گیا ہو۔ اور اپنی سب سے بہترین صفت علم سے نوازا ہو۔ یہی صفت ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے انسان کو نوازا اور فرشتوں پر فضیلت بخشی۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی خصوصیات سے نوازا، وہ گناہ نہیں کرتے، معصیت کے مرتکب نہیں ہوتے۔ خدا نے جس کام و ڈیوٹی میں لگا دیا ہے اس میں برابر مصروف و مشغول ہیں۔ لیکن خدا نے حضرت انسان کو صفت علم سے نواز کر ان پر فضیلت بخشی۔

ہم لوگ اسباب کے محتاج ہیں، اسباب کے تحت کام کرتے ہیں۔ ایک روٹی کو لیں۔ زمین کی تیاری، بیج ڈالنا، پانی سے سینچنا، پھر فصل پکتی ہے، اسے کاٹتے ہیں، بھوسہ اناج علیٰحدہ کرتے ہیں۔ پھر گندم پیسنا، آٹا گوندھنا، پکانا اور کھانا لیکن وہ احسن الخالقین ہے وہاں نہ اسباب ہیں نہ سبب بلکہ:

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

دیکھئے انسان ایک موم کو لیتا ہے اس سے نہ معلوم کیا کیا بناتا ہے لیکن موم وہ مہیا کرتا ہے موم نہ ہوتا تو آپ کیا بناتے۔ مٹی اس نے بنائی اس سے آپ جو چاہیں بنائیں۔ مکان بنا کر راحت حاصل کریں تو آپ کی مرضی۔ اس سے بت بنا کر جہنم کا سامان کریں تو آپ کی مرضی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ اسلام سے پہلے

آپؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال چھوٹے ہیں لیکن اس زمانہ میں ہی آپؓ حضور علیہ السلام کے دوست، ساتھی اور انتہائی قریب تعلق والے تھے، وفادار تھے۔ آپ نے سب سے پہلے انہیں ہی دعوت دی۔ اور بہ حیثیت دوست انہیں اس کارِ خیر کے لیے تجویز کیا۔

جبریل امینؑ غار میں تشریف لائے آپؐ کو تین مرتبہ اقرأ فرمایا۔ سینہ سے لگایا اور آپؐ جب گھر آئے تو آپؐ پر لرزہ طاری تھا۔ آپؐ نے اپنی اہلیہ حضرت خدیجہؓ سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے تسلّی دی کہ آپؐ پریشان نہ ہوں۔ آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ یتامیٰ، بیوگان، محتاجوں کے سر پر ہاتھ رکھنے والے ہیں۔ محتاجوں کی داد فریاد آپ سنتے ہیں۔ پھر انہوں نے آپؐ پر چادر ڈال دی۔ اور جب اطمینان ہوا تو آپ نے دعوت اسلام پیش کی تو حضرت خدیجہؓ نے اس دولت سے اپنے آپ کو سرفراز کیا۔ اس کے بعد حضرت علی ہیں گیارہ سال کی عمر تھی۔ آپؐ کے گھر میں پرورش پائی انہیں پتہ چلا تو وہ ایمان لائے۔ لیکن باقی انسانوں میں سے، دوستوں یاروں میں سے جس کو منتخب کیا وہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ باقی لوگوں نے شکوک و شبہات کا اظہار کیا لیکن جناب ابوبکرؓ نے فوراً تصدیق کی۔

صداقت کا تاج سر پر رکھا جاتا ہے

اس کے بعد مشہور واقعہ ہے جس کی بنا پر آپ کو صدیق کا لقب گرامی ملا۔ یہ واقعہ معراج ہے جو مکی زندگی میں پیش آیا۔ آپ کو رات کے وقت جبریل امین نے آ کر اٹھایا۔ حدیث مبارک کے مطابق سینہ مبارک چاک کیا آب زمزم سے دھو کر سونے کے طشت میں پھر سی دیا، براق پہ سواری ہوئی۔ حضور فرماتے ہیں جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں اس کے قدم پڑتے۔ آپ فرماتے ہیں بیت المقدس جانا ہوا، پھر آسمان اول، دوم حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک جانا ہوا پھر اور اوپر اور نماز کا تحفہ لے کر واپس آئے۔ ابوجہل کو علم ہوا تو اسے جناب صدیقؓ کو بہکانے کا موقعہ ملا۔ جا کر کہا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ تمہارا دوست مجنون ہے، یہ ہے وہ ہے

(معاذ اللہ) کیا اب بھی یہ سب کچھ مان لوگے ۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ یہ تو بہت معمولی بات ہے ۔ کہ جبرئیل امین انہیں آ کر لے جائیں ۔ مَیں تو یہ مانتا ہوں کہ وہ روزانہ خدا کے پیغام اور وحی لے کر آپ کے پاس آئیں اور آتے ہیں ۔ اس میں کوئی بات نہیں جو بعید ہو ۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ دنیا کے معاملہ میں جھوٹ نہیں بولتا تو خدا کے معاملہ میں کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے ؟ ہم تجلی الٰہی اور رویت کے قابل نہیں تو نہ سہی ۔ خدا نے انہیں توفیق دی ، جبریل امینؑ روزانہ آتے ہیں ، باتیں کرتے ہیں ۔ تجلی الٰہی کی تاب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہ لا سکے ۔ جب آ کر قوم کو بتلایا تو قوم کے ستر منتخب افراد ہمراہ گئے ، وہ تاب نہ لا سکے ۔ بلکہ سب پر موت طاری ہو گئی ۔ پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انہیں حیات تازہ بخشی ۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں بر نیند بھی تو ایک قسم کی موت ہے ۔ حضور علیہ السلام نے نیند کو موت کی بہن قرار دیا ۔ اور دعا سکھلائی ۔ جب صبح اٹھیں تو یہ دعا پڑھیں ۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا کہ اے اللہ ! تو نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی ۔ بہرحال یہ ستر افراد کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی ایک قسم کی موت ہی تھی اور خدا نے انہیں دوبارہ زندگی بخشی ۔

بہرحال جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے خدا نے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت بخشی ۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ اور حضور علیہ السلام کو سب کا دولہا اور سردار بنایا ۔ اور یہ بھی آپؐ ہی کی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج میں رویت بخشی ۔ دیدار نصیب فرمایا اور قیامت میں تو سب کو رویت نصیب ہوگی ۔

خدا کا دیدار سب سے بڑی نعمت !

اور رویتِ خداوندی سب سے بڑی نعمت و بخشش ہے اور جن کو اس سے محروم ہونا پڑا وہ سب سے بڑے بدقسمت و بدبخت ہیں ۔ خدا بچائے ۔

گویا رویت و زیارت خداوندی سے بڑھ کر کوئی عذاب و سزا نہیں ۔ بس مثالاً یوں سمجھیں کہ جس طرح بچہ ماں کے لیے تڑپتا ہے اور مچھلی پانی میں جا کر راحت حاصل کرتی ہے یہی کیفیت زیارت میں ہوگی ۔ لیکن آج دنیا میں ان چیزوں کا تصور نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہاں پردے ہیں اور بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت دُور ہے ۔ ان کے الفاظ میں وراء الوراء ۔ یعنی عقل سے بہت دور ، عقل میں نہیں آ سکتا ۔ ہے ہر جگہ موجود اور بہت قریب ۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ مزید فرمایا اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔

اللہ کی ذات کو چھوڑیئے آج تک کسی نے روح کا مشاہدہ نہیں کیا ، ہوا نہیں دیکھی ۔ اور دنیا میں بہت کچھ ہے لیکن پس دیوار ہمیں نظر نہیں آتا ۔ اندھوں کو دیکھیں ۔ اور ہم انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اندھے ہیں ۔ اور انہیں بھی ایک مخصوص دائرہ میں بصارت و بصیرت عطا فرمائی ہے ۔

رہ گیا خدا تو اس کے لیے نہ ماضی ہے نہ حال ، نہ مستقبل دلوں کے بھید تک جانتا ہے علیم بذات الصدور ہے ۔ اندھیروں میں چیونٹی چلتی ہے تو دیکھتا ہے ، اس کی حرکات سنتا ہے ۔

افضل البشر بعد الانبیاء

بہرحال بات صدیق اکبرؓ کی ہو رہی تھی ہمارا عقیدہ ہے ۔ افضل البشر بعد الانبیاء ۔ جتنے نبی آئے ان کو صدیق ملے ۔ لیکن وہ سب ایک طرف اور یہ صدیق ایک طرف !

اور مَیں نے گذشتہ جمعہ غالباً عرض کیا تھا کہ بچپن میں نبی و صدیق کی باتیں سنتے تو ایک خیال ذہن میں آتا کہ نبی و صدیق کے درمیان فرق و امتیاز کیا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے بات سے مثال خوب سمجھائی ۔ قرآن کی مثالیں خوب ہیں اور اس کے مبلغین و خدام کو بھی خدا نے افہام و تفہیم کا خوب ملکہ عطا فرمایا ہے ۔

نبی و صدیق میں فرق

شاہ صاحب نے لکھا۔ چراغ رات کو جلاتے ہیں۔ دو چراغ سمجھ لو ایک کے بجائے، دونوں میں جلنے کی برابر کی صلاحیت ہے۔ ان میں بتی، چمنی، تیل بھی ہے ان دونوں میں سے ایک کو خدا نے روشن اور منوّر فرمایا۔ وہ ساری دنیا کے لیے باعث روشنی ہے۔ دوسرے میں بالقوۃ وہی طاقت موجود ہے۔ خدا اسے اسی طرح روشن و منور فرماتا تو وہ بھی ایسا ہی ہوتا، ساری دنیا کو روشن کرتا لیکن خدا نے اسے پہلے کا مطیع و فرمانبردار بنایا۔

تو گویا خدا نے اطاعت و فرمانبرداری کی سب سے پہلے توفیق صدیق اکبرؓ کو دی اور معراج کے موقعہ پر دشمن کی زبان سے تفصیلات سن کر فرمایا کہ میں تو یہ مانتا ہوں کہ روزانہ فرشتہ ان کے پاس آتا ہے اور آسمان سے مسلسل ان کا رابطہ ہے، یہ تو معمولی بات ہے۔ اور یہ ان کا اعزاز ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان کی امامت میں نماز ادا فرمائی اور یہ فرمایا کہ ان کے احسانات کا خدا ہی بدلہ دیں گے اور ان کے احسانات مجھ پر سب سے زیادہ ہیں۔

ہجرت میں رفاقت

پھر حضور علیہ السلام ہجرت میں اپنی رفاقت کے لیے انہیں تجویز کرتے ہیں، وہ دوسروں کی طرح اجازت مانگتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں ہم اکٹھے چلیں گے۔ اس سے پہلے حبشہ کی ہجرت ہوئی تو صدیق اکبرؓ آگے آگے تھے لیکن اللہ کو یہ منظور تھا کہ وہ یہ ہجرت نہ کریں۔ حضورؐ کی خدمت کے لیے رہیں۔ چنانچہ راستہ سے ابن الدغنہ نامی کفار میں سے بڑا مالدار شخص ملا۔ وہ آپ کو کہنے لگا کہ تم جیسا شریف و کریم انسان چلا گیا تو یہ قوم کے لیے بدقسمتی ہوگی۔ آپ میری ضمانت پر واپس آئیں۔ چنانچہ انہیں واپس لائے اور سب کو جمع کر کے ان کو ڈانٹا کہ ایسے شخص کو ستاتے ہو جو سب کی خدمت کرتا ہے، سب کے لیے باعثِ شفقت ہے۔ ایسے آدمی کو نکال کر کیا غضب کرو گے۔ اس نے آپ سے کہا کہ چھپ چھپا کر عبادت کریں کہ کسی کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر میں مسجد بنا لی۔ وہاں لحنِ داؤدی سے قرآن پڑھتے۔ لوگوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ دیکھو، یہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے آپ سے شکوہ کیا اور کہا کہ اصلاح نہ ہوئی تو ذمہ داری مشکل ہو جائے گی۔ فرمایا مجھے صرف خدا کی ضمانت و ذمہ داری کافی ہے۔ وہی میرا محافظ ہے تم اپنی ذمہ داری واپس لے لو۔ چنانچہ خوب تبلیغ کی اور شروع کے اکثر مسلمانوں بالخصوص عشرہ مبشرہ کے ایمان لانے میں ان کی تبلیغی مساعی کو بڑا دخل ہے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرھم اور جس غلام کو پریشان دیکھا اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ ان میں پہلے مؤذن حضرت بلالؓ بھی ہیں جن کو حضرت عمرؓ بھی سیدنا کہہ کر خطاب فرماتے۔ طلحہ بن عبداللہ ایک شخص کو تبلیغ کی وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے چچا کو علم ہوا نوفل نام تھا اس نے آکر حضرت صدیقؓ کو پکڑا ان کو بھی رسی سے باندھا دونوں کو خوب مارا۔

اسی طرح ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام کی اجازت سے بڑے مؤثر انداز میں تبلیغ کی اور بتوں کی عبادت کے متعلق مؤثر وعظ فرمایا۔ کافر مشتعل ہو گئے تو آپ کو خوب مارا۔ آپ کے گھر والے آپ کو اٹھا کر لے گئے رات بھر کراہتے رہے۔ آپ کی والدہ پہلے بھی متاثر تھی اس واقعہ کے بعد وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئیں۔ ان کی والدہ تقریباً ۳۹ ویں مسلمان تھیں۔ حضرت فہیرہ ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جنہیں غارِ ثور میں بکریاں لے جا کر حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔

آقا کے لیے قربانی

الغرض ہر موقعہ پر آگے، ہر موقعہ پر خدمت، ایک مرتبہ آپؐ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک بدبخت نے چادر حضور علیہ السلام کے گلے میں ڈال کر بل دینے شروع کر دیے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ قریب تھے بھاگ کر آئے اور فرمایا کہ ان کا کیا قصور ہے سوائے اس کے کہ تمہیں جنت کے قریب لاتے ہیں

جہنم سے بچانے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ اس نے آپ پر سختی زیادہ کی۔ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں صدیق اکبرؓ نے وفاداری و ایثار کے جو ریکارڈ قائم کئے وہ انہی کا حصہ ہے۔ خدا ان کے مزید درجات بلند فرمائے۔

صدیقی خدمات

ان کی خدمات کا یہ عالم ہے کہ قیامت تک ان کے آثار رہیں گے۔ یہ مسجد نبوی ہے اس کی جگہ دو یتیم بچوں کی تھی وہ بغیر قیمت دینے پر آمادہ تھے۔ آپ نے کوشش کر کے قیمت ڈلوائی اور دس دینار سے وہ زمین لے کر خدمت میں پیش کر دی۔ اس مسجد کی تعمیر میں حضور علیہ السلام برابر کے شریک تھے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ آپ ہمیشہ ہر کام میں شریک رہے۔ خندق میں شریک اور جب بھوک کی شکایت سے صحابہؓ نے پتھر دکھاتے جو پیٹ پر بندھے تھے تو آپؐ کے پیٹ پر دو بندھے تھے۔

حقیقی مساوات

یعنی نبی مساوات میں سب کے برابر ہے آج ہمارے لیڈر مساوات کا نام لیتے نہیں تھکتے لیکن کبھی مسجد میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہوگا۔ عیش و نشاط سے فرصت نہیں۔ ابھی کابل میں داؤد کے ساتھ بیٹھے وہی عیش و طرب، اخبارات میں چھپا۔ اور دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کا پہلا وزیر اعظم امریکہ کے دورے سے آیا تو اخبارات میں اخراجات کی تفصیل شائع ہوئی تو سب سے زیادہ خرچ کاک ٹیل پارٹیوں کا تھا۔

اور انہی اخبارات میں چھپا جب جواہر لعل سے کہا گیا کہ چونکہ ہمارے یہاں دعوتوں میں شراب نہیں ہوتی اس لیے یورپین ممالک کے بڑے لوگ شریک نہیں ہوتے۔ تو اس نے کہا کہ یہ غریب قوم کا سرمایہ ہے وہ آئیں نہ آئیں شراب نہیں ہوگی۔ ہم غریب قوم کا سرمایہ خرچ کر کے یورپین سفیروں کو خوش نہیں کر سکتے۔

اور بے پردہ بیوی کو ساتھ لے جانے کا کارنامہ بھی ابھی وزیر اعظم کا ہے۔ میں ان کی بعض چیزوں کو قدر کی بھی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ آج والوں سے وہ بہت اچھے تھے لیکن جب ان کا یہ حال ہو تو۔ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اور دعوے ہے قوم کے غم کا۔ قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں، کاک ٹیل پارٹیاں کھاتے ہیں اور ہے قوم کا غم۔ اور آپ کو یاد ہوگا جب انقلاب آیا تو بھٹو صاحب کہیں پنڈی میں تقریر کر رہے تھے تو کسی نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھٹو صاحب شراب پیتے ہیں۔ کہا ہاں ہاں شراب پیتا ہوں۔ یحییٰ خاں قوم کا خون پیتا تھا۔ حالانکہ فرق کچھ نہیں لیکن وہ پئیں تو خون، یہ پئیں تو شراب ؎

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

یہی افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام نے بنو مخزوم کی عورت، فاطمہ کی چوری پر فرمایا کہ پہلی قوموں کی تباہی کا یہی باعث تھا بڑے جرم کرتے تو چھوٹ جاتے، چھوٹے مارے جاتے لیکن میں بخدا فاطمہ بنت محمدؐ کی چوری ہوتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہ ہے حقیقی مساوات کہ فرمایا میں اپنی بیٹی کو بھی معاف نہ کرتا۔ حالانکہ جس بیٹی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خون ہے وہ چوری کرے کیسے، لیکن آپؐ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ قانون قانون ہے اور اس کی نظر میں سب برابر ہیں

عدل اور ہمارے حکمران

ہمارے حکمران جتنے بھی گئے گزرے تھے لیکن عدل پر سب کا عمل تھا اور انہوں نے (قوب للنفوق پر عمل کر کے دکھایا۔ اور اب یہ حالت ہے کہ پناہ بخدا۔ جہانگیر میں کتنی کمزوریاں تھیں۔ لیکن زنجیر عدل تو معروف ہے اور مولانا شبلی نے

عدلِ جہانگیری پر جو نظم لکھی طویل بچپن میں پڑھی اب تک دل پر نقش ہے۔ جہانگیر کا نام چلتا تھا نور جہاں کی حکومت تھی اصل میں۔ اس کے قتل پر قطعاً لحاظ نہیں کیا پابجولاں جیل میں ڈال دیا۔ تحقیق کا حکم دیا۔ اس وقت سب نے کہا کہ خون بہا کی گنجائش ہے لیکن کہا جو بھی ہو فیصلہ شرعی ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ مقتول کے ورثاء نے خون بہا لے لیا۔ تب جہانگیر نے اسے معاف کیا اور اس سے کلام کیا۔

جہانگیر اور حضرت مجدّد صاحبؒ

مستشرقین جیسے لوگ بھی عدل جہانگیری کے معترف ہیں اور حضرت مجدد صاحب کے معاملہ میں جو غلطی کی اس میں اعوان و انصار دربار کا زیادہ دخل تھا۔ جہانگیر کی بہن کے متعلق مشہور ہے کہ اسے خواب میں حضور علیہ اسلام تشریف لائے اور کہا کہ تم نے ہمارے سب سے زیادہ وفادار کو جیل میں ڈال دیا۔ اور یہ تمہارے متعلق بہت برا ہوا۔ اس نے بھائی سے کہا اسے احساس ہوا۔ آزادی کا حکم دیا لیکن آپ نے شرائط منوائیں۔ ان میں خستہ مساجد کی تعمیر و ترقی، غیر مسلموں پر جزیہ، گاؤکشی کی اجازت وغیرہ منوائیں۔ تب جیل سے باہر آئے اس کے بعد تعلقات بڑھے اور ذاتی کمزوریوں کے باوجود جہانگیر نے ان کے واسطے سے بڑی خدمت کی۔

آج کے حکمران

یہ خوبی عدل و انصاف کی جب ختم ہوئی تو سزا بھی دردناک ملی۔ انگریز کا راج آیا۔ جو درحقیقت عذاب تھا، شامتِ اعمال تھا۔ کہیں سو کہیں ڈیڑھ سو سال اس کا راج رہا۔ اس کے بعد خدا نے آزادی کی نعمت سے نوازا اور ملک اسلام کے نام پہ حاصل کیا۔ لیکن آج بھی دیکھیں وہی حالات ہیں۔ مساجد تک میں کلمۂ خیر و حق کہنے کی اجازت و آزادی نہیں۔ چنانچہ مدرسہ و سکول و کالج کے ۳۰ سے زیادہ بچے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجدیں آزاد رکھو اور شوق ہے تو تم اپنی مسجدیں بناؤ۔ ہماری بنی ہوئی مسجدیں مت لو۔ جب مسجدوں میں بھٹو، صادق کو آنے کی توفیق نہیں تو لیتے کیوں ہو تمہارے لیے مسجد مندر سب برابر ہیں اور اگر مسجد کا شوق ہے تو بنا لو۔ آخر عالمگیر نے بنائی۔ شاہ فیصل مرحوم کی رقم سے اسلام آباد میں بن رہی ہے تم بھی بنا لو۔

مسجد نور گوجرانوالہ

وہ چھپڑ والی مسجد کہلاتی ہے۔ بے شمار پیسہ غریب لوگوں نے خرچ کیا۔ جن کی زمین تھی وہ جوہڑ سمجھ کر علیحدہ ہوگئے۔ مدتوں پانی نکالا، مدتوں مٹی ڈالی، پیسہ پیسہ مانگ کر شاندار عمارت بنائی۔ مسجد ہے، مدرسہ ہے اور اللہ کے دین کی خدمت ہو رہی ہے۔ افضل الجہاد پہ عمل ہے۔ روزانہ کلمہ حق بلند ہوتا ہے۔ مفتی محمود صاحب اکثر جاتے ہیں۔ صوفی عبدالحمید صاحب خطبہ دیتے ہیں اب ان کو غصہ ہے کہ بھٹو صاحب کی مخالفت کیوں ہوتی ہے۔ کیا بھٹو صاحب خدا سے بھی بڑے ہیں؟ آخر اس ملک میں خدا کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے؟ رات دن واہی تباہی بکی جا رہی ہے اخلاق تباہ کرنے کے لیے ایسی عریاں تصاویر ہیں کہ خدا کی پناہ! صادقین کی نمائش کے لیے حکمران میدان میں ہیں تو تم جا کر یہ چیزیں آباد کرو۔ تم ترک اسلام پر فخر کرو، مسجد سے تمہیں کیا واسطہ؟ تمہارے بڑوں نے تمہیں یہی سبق سکھایا؟ لارنس گارڈن بنانے والوں نے دنیا بھر سے پودے جمع کئے اور باغ بنائے۔ تم نے ایک قرارداد سے اس کا نام بدل دیا۔ بس تمہارا یہی کام ہے۔ دکھ اٹھائے بی فاختہ اور گلچھرے اڑائے کوّا۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ بنائی مسجد و مدرسہ کسی نے قبضہ کرو تم؟

خیر لارنس گارڈن کا نام بدلو، کچھ کرو لیکن یہاں تم کو کیا حق ہے؟ کہتے ہیں لکھ دو مفتی محمود نہیں آئیں گے آفرین ان پر! انہوں نے کہا جمعیۃ کا ادنیٰ کارکن ہو اسے بھی نہیں روک سکتے۔ خدا کا گھر ہے جو آئے۔ وہ بے دینوں، فاسقوں، فاجروں کو نہیں روکتا۔

یہودی عیسائی وہاں آتے۔ حضورؐ کے زمانہ میں آتے۔ بدو نے مسجد میں تھوک دیا۔ اسے روکا نہیں۔ ہاں عملی تعلیم دی۔ گھر سے کپڑا منگوا کر اسے صاف کیا۔ تو کافر و مشرکوں کو نہیں روکا تو مسلمانوں کو کیوں روکیں۔

حضرت لاہوریؒ کا واقعہ

حضرت کو خاکسار تحریک کے لیڈر سے اختلاف تھا۔ سکندر حیات کے زمانہ میں ان پر ظلم ہوا۔ مشہور واقعہ ہے، وہ جانتے تھے کہ حضرتؒ خاکساروں کے مخالف ہیں۔ چونکہ خاکساروں نے مسجد میں پناہ لینی شروع کر دی اس لیے فتویٰ بنایا، سب کے دستخط کرائے کہ انہیں مسجد میں نہ آنے دیں۔ لیکن فتوے چلے تب جب حضرتؒ کے دستخط ہوں، انہیں یقین تھا کہ حضرت ضرور دستخط کریں گے۔ نواب مظفر انجمن حمایت اسلام کے صدر تھے، حضرتؒ نائب صدر، ان کے ذمہ دستخط لگے انہوں نے اپنی کوٹھی پر حضرت کو جمعہ کے دن صبح چائے پر بلایا، تشریف لے گئے۔ فتویٰ دکھایا۔ آپ کو سخت افسوس ہوا کہ مسجدیں میرے باپ کی ہیں ؟ جو کوئی آئے آئے۔ اور جن لوگوں نے دستخط کئے ان پر افسوس کیا اور فتویٰ زمین پر دے مارا اور فرمایا۔ احمد علی کا ایمان چائے کی پیالی پر خریدتے ہو؟ غصہ سے واپس آگئے۔ انہوں نے کہا کار پر چھوڑ آتے ہیں۔ فرمایا کار میں بیٹھنا اس لوٹے جوتے کی توہین ہے۔ چنانچہ گھر پہنچنے سے پہلے وارنٹ آئے اور جیل پہنچا دیے گئے اور اخباروں میں آیا کہ خاکساروں کی حمایت میں گرفتار ہوئے۔

مسجد کا حقیقی مقام

بہرحال مسجدیں خدا کی ہیں اور خدا فرماتا ہے مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا جو آجائے اس کے لیے امن ہے۔ اور مشہور واقعہ ہے کہ ہارون الرشید نے بیوی کو کہا کہ راتوں رات میری سلطنت سے نکل جاؤ ورنہ طلاق۔ امام ابو حنیفہؒ زندہ تھے۔ انہوں نے کہا مسجد چلی جاؤ۔ رات مسجد میں گزار کر صبح واپس آگئی۔ ہارون نے کہا۔ طلاق ہو گئی۔ کہا نہیں ہوئی۔ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا تمہارا حکم ہر جگہ ہے مسجد میں نہیں۔

یہ امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے۔ مسجد میں کوئی دفعہ نہیں چل سکتی۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ یہاں کسی بھٹو کا حکم نہیں چل سکتا۔ ہاں خدا کے حکم کی خلاف ورزی ہو تو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیں۔ لیکن خدا کے حکم کو بلند کرنے والوں کو مسجد سے نکالنے والا کسی مائی نے نہیں جنا۔ یہاں صرف حکمِ خدا چلے گا۔ مسجد جہاں بن گئی تحت الثریٰ سے عرش تک مسجد ہی ہے ہم انہیں اکھاڑہ نہیں بنانا چاہتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کلمہ حق اکھاڑہ نہیں حق کی بات مسجد میں نہیں تو مندر میں کہیں۔

سارے ملک میں ڈی۔ پی۔ آر گرفتاریاں، منیر شاہ کو شہید کرایا۔ اب لڑکے تعزیت کے لیے گئے تو وہاں ان کو گرفتار کر لیا۔ ان کی عقل، ان کی جمہوریت، ان کی مساوات یہ ہے۔ وہ آئیں ہم مسجد سے نکل جائیں گے۔ آئندہ جمعہ پڑھائیں۔ میں نہیں پڑھاؤں گا۔ بھٹو صاحب آئیں مفتی صاحب نہیں آئیں گے۔ لیکن تم نہ آؤ ہم نکل جائیں تو مقصد برباد ہی ہے۔ صادق صاحب آجاتیں، ڈی، سی ہی آجائے، کوئی آجاتے۔ لیکن تم نے سر، خان بہادر بننے کے لیے انگریز کے بوٹ چاٹے۔ ہم کل بھی جیل میں آج بھی وہاں، لیکن غم نہیں بلکہ فخر ہے۔ بڑے بڑے اکابر کے جنازے جیل سے اٹھے، ہم کلمہ حق سے باز نہیں آئیں گے۔ تمہارے حق میں ظلم ہے۔ سلسلہ خیر و شر کی کڑیاں چل رہی ہیں، چلتی رہیں گی۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔ ہمیں اپنا راستہ سلامت، تمہارے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہدایت نصیب کرے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حسب وعدہ و اعلان مولانا نور الحسن کا درس شروع کیا جا رہا ہے۔ موصوف کا انداز یہ ہے کہ پہلے با محاورہ ترجمہ پھر تفسیر ارشاد فرماتے ہیں اور تفسیر میں تمام ضروری اور اہم باتیں بڑے اختصار کے ساتھ بیان کرنا انہی کا حصہ ہے۔
انشاءاللہ اس سلسلہ کو قارئین پسند فرمائیں گے اور ان کی معلومات دینیہ میں خاطرخواہ اضافہ ہوگا۔
اللہ تعالیٰ صاحبِ درس کو خدمتِ دین کے لیے مدتوں سلامت رکھے۔ (ادارہ)

احسن القصص

ضبط و ترتیب محمد سعید الرحمٰن علوی

افادات: حضرت مولانا علامہ نور الحسن صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج، لاہور،

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:
الٓرٰ، تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم نے اس کتاب کو قرآن عربی کی صورت میں اتارا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ـ اس سبب سے کہ ہم نے قرآن کو آپ کی طرف وحی کیا ہے قرآن حکیم کے ذریعہ سے ہم آپ سے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ـ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ـ اور یہ واقعہ اور حقیقت ہے کہ اس واقعہ کی وحی سے قبل آپ اس سے پوری طرح بے خبر تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا تھا۔ اے ابّا! میں گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ـ حضرت یعقوب علیہ السلام بولے۔ اے پیارے بیٹا! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ تمہیں ایذا پہنچانے کے لئے وہ ضرور کوئی چال چلیں گے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ـ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ـ اور اسی طرح سے تمہارا پروردگار تمہارا انتخاب کرے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیریں سکھائے گا۔

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ـ اور تم پر اور یعقوب کے گھرانے پر وہ اپنا انعام مکمل کرے گا۔ جس طرح اس سے پہلے اس نے تمہارے پردادا اور دادا ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اپنا انعام مکمل کیا۔

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ـ بے شک تمہارا پروردگار سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ سب کاموں میں مصلحت اور حکمت کا لحاظ رکھنے والا ہے۔

لیجئے حضرات! اب آپ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:-

سورۃ کا نام

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی، ہیں ان کی پیشانی میں آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی دیکھتے ہیں اور بسم اللہ کے دائیں بائیں بھی کچھ عبارت ہے اور وہ عبارت ہے سورۃ یوسف مکیّۃ" وَھِیَ مائۃٌ وَ اِحدیٰ عَشَرۃ ٰایۃ واثنا رکوعًا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس سورۃ کا نام سورہ یوسف ہے اور چونکہ اول سے آخر تک اس میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ ہی بیان کیا گیا ہے اس لیے سورۃ کا نام سورہ یوسف قرار پایا۔ دوسری جگہوں میں آپ نے دیکھا، کہیں صرف حوالہ ہوتا ہے کسی پیغمبر کا یا کسی واقعہ کا تو اسی بنیاد پہ سورۃ کا نام قرار پاتا ہے۔ یہاں تو اول سے آخر تک سارا قصہ ہی یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اس واسطے یہ سورۃ انہی کے نام کے ساتھ موسوم ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں، حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہیں۔ تو گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پردادا ہوئے اس لیے کہ ان کے دادا اسحٰق علیہ السلام اور والد یعقوب علیہ السلام ہیں۔

اس خاندان میں حضرت یوسف علیہ السلام چوتھی پشت میں پیغمبر ہیں، تین پشتیں اوپر والد حضرت یعقوب علیہ السلام وہ بھی پیغمبر، ان کے والد حضرت اسحٰق، وہ بھی پیغمبر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو نہ صرف پیغمبر بلکہ ابوالانبیاء اور ابوالرسل ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام سے تین پشت اوپر جو ہیں وہ نبوت ہی کی ہیں۔

خاندانِ یوسف کا وطن

حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر بھی ہیں اور پیغمبر زادے بھی ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اصلی مسکن اور مولد کون سا تھا؟ اصلی وطن کون سا تھا؟ اصلی وطن سے مراد یہ ہے کہ ان کے باپ دادا کہاں کے تھے؟ ورنہ ابراہیم علیہ السلام جو ان کے پردادا تھے ان کے بارے میں تو آپ تفصیل سے سماعت فرما چکے ہیں کہ وہ عراق سے ہجرت کر کے فلسطین چلے گئے اور وہیں آباد ہوگئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں جا کر متوطن ہو گئے۔ اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام تک سب لوگ وہیں فلسطین میں رہے۔ فلسطین میں ایک وادی ہے اس کا نام ہے "حبر"۔ وادی سے مراد نالہ سمجھئے، اسے آج کل کے جغرافیہ میں "الخلیل" کہتے ہیں۔ یہ الخلیل اصلی مسکن ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کے سب فرزندوں کا۔ یہ مقام یروشلم سے جنوب مغرب کی طرف میں کوئی اٹھارہ میل دور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے دور تک یہ سب لوگ وہیں رہے۔

سورۂ یوسف کا شانِ نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ باسعادت میں بعض یہودیوں نے مشرکین مکہ سے کہا کہ اس پیغمبر کا جو پیغمبری کا دعوےٰ کرتا ہے امتحان لو اور امتحان یوں لو کہ اس سے پوچھو کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے اسحٰق و یعقوب تو سب فلسطین میں رہتے تھے یہ بنو اسرائیل مصر میں کیسے آگئے؟ اور پھر مصر میں ایک طویل عرصہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور ان کو یہ زحمت اٹھانا پڑی، فرعون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور بنو اسرائیل ساری قوم کو وہاں سے آزاد کرا کے

لے جانا پڑا، تو یہ واقعہ کب کا ہے؟ کیا قصہ ہوا تھا؟ جس کی وجہ سے بنو اسرائیل اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر مصر آ گئے تھے؟

اس موقعہ پر اس سورۃ کو نازل فرمایا گیا۔ اور آپ نے غور فرمایا ہو گا کہ مختلف پیغمبروں کے واقعات ہیں لیکن پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں کچھ ذکر ہے، کچھ عرصہ بعد پھر وہی ذکر ہے۔ لیکن یوسف علیہ السلام کے قصہ کو اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے اعادہ کی پھر ضرورت ہی نہیں۔ پوری سورت جو ان کے نام کے ساتھ موسوم ہوئی تو صرف اس وجہ سے نہیں کہ ان کا نام یا قصہ کا کہیں حوالہ تھا۔ بلکہ اس لیے کہ اول سے آخر تک قصہ ہی ان کا ہے۔ اس لیے ان کے نام سے موسوم ہو گئی۔ چنانچہ یہ واقعات پوری تفصیل سے اسی جگہ سے بیان ہوئے کسی دوسری جگہ بیان نہیں ہوئے۔

حضرت یعقوب ؑ کی اولاد

سورۃ یوسف، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورت جو یوسف علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ وہ یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں ۔۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے کل صاحبزادوں کی تعداد بارہ تھی۔ چھ لیاہ۔ ان کی بیوی تھی اس کے بطن سے تھے ۲ بلہاہ میں سے تھے ۲ زلفا میں سے تھے ۲ صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین حضرت راحیل یا بائبل میں جن کو راحل بھی لکھتے ہیں کے بطن سے تھے۔ اس کا مطلب آپ سمجھیں کہ حضرت بن یامین اور حضرت یوسف علیہ السلام دونوں حقیقی بھائی تھے، والد ان کے یعقوب ہیں، والدہ راحیل ہیں۔ باقی ان کے سوتیلے بھائی تھے وہ آپس میں ایک دوسرے کے سوتیلے ہیں لیکن ان کے سب سوتیلے تھے۔

کمال محبت اور بھائیوں کی برہمی

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال محبت تھی۔ وہ کیوں تھی؟ بائبل کا بیان تو یہ ہے کہ چونکہ بڑھاپے میں یہ اولاد ہوئی تھی اس وجہ سے، اور اس وجہ سے بھی کہ ابتدا میں بڑے سلیم الطبع تھے۔ خود کوئی شرارت نہ کرتے تھے اور دوسروں کو روکتے تھے۔ ایک اور بات عرض کرتا ہوں، لیکن واضح کر دوں کہ اس کا قرآن سے، تفسیر سے کوئی تعلق نہیں اور نہ قرآن ان کا محتاج ہے۔ بائبل میں یہ لکھا ہے کہ یہ دوسرے بھائیوں کی چغلیاں باپ سے کرتے تھے۔ اس لیے دوسرے بھائی انہیں پسند نہ کرتے تھے لیکن ہم جانتے ہیں کہ جہاں دو مختلف ماؤں کی اولاد ہوتی ہے، تین مختلف ماؤں کی اولاد ہوتی ہے ان کا آپس میں اس طرح کا تعلق ہوتا ہے، کسی اور بات کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سوتیلا پن جو ہے، یہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے زیادہ محبت نہ رکھتے ہوں بلکہ مخالفانہ جذبات رکھتے ہوں۔ پھر یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام حسین تھے، جمیل تھے، سلیم الطبع تھے، کم عمر تھے، بہت ساری باتیں تھیں جن کے سبب یعقوب علیہ السلام کو ان سے زیادہ محبت تھی اور بھائیوں کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر جب سترہ سال کی تھی تو انہوں نے یہ خواب دیکھا جو قرآن نے ذکر کیا ہے (آور موقعہ پر انشاء اللہ ہم تفصیل بیان کریں گے)

مکی اور مدنی کی بحث

سورۃ یوسف کی بات تو ختم ہوئی۔ اس کے بعد لکھا ہے سورۃ یوسف مکیۃ۔ مکیۃ کا معنیٰ ہے مکہ والی، اگر مذکر کے لیے ہو تو کہتے ہیں مکی اور مؤنث کے لیے ہو تو تائے تانیث کے ساتھ کہتے ہیں مکیۃ، یہ سورۃ مکی ہے۔ چونکہ سورت مؤنث ہے اس کے لیے مکیۃ آیا کیونکہ صفت موصوف تذکیر و تانیث اور اعراب میں ایک طرح ہونے

(باقی صفحہ ۲ پر)

... اس سے پہلے کہ میں مذکورہ سازشیوں اور ان کی سازشوں کا قدرے تفصیل سے جائزہ لوں (جنھوں نے دینِ اسلام اور خصوصاً اس کے اہم حصے نظامِ خلافت پر آخری وار کرنے کی ٹھان لی تھی) یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ خود ہمارے ہاں نظامِ خلافت کے بارے میں اہلِ سنت کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جس کے نزدیک "نظامِ خلافت" یعنی اسلام کا "نظامِ سیاسی" ہی اصل دین ہے اور باقی شعبے اس کے تابع، ممد و معاون اور تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو خلافت کو دین کا ایک حصہ اور اہم حصہ قرار دیتا ہے نہ کہ پورے دین کو اسی میں منحصر۔

اگر ان دونوں کا تجزیہ کیا جائے تو بڑے دُور رس نتائج نکلتے ہیں اور اس وقت کے اہلِ خرد اور اہلِ حل و عقد کو زبردست سوچ و بچار کی دعوت دیتے ہیں۔

(ا) اگر نظامِ خلافت ہی کو کُل دین سمجھا جائے تو پھر اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دینِ اسلام تیس سال سے زیادہ نہیں چل سکا تو پھر آخری اور عالم گیر دین ہونے کا دعوٰے کہاں تک صحیح ہے ؟

(ب) جب نظامِ خلافت کے چلے جانے سے دین ختم ہو گیا تو آج تک مسلمان کس دین پر چل رہے ہیں ؟

(ج) اور جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ خلافت کو باقی نہ رکھ سکے تو ہم کون ہوتے ہیں جو خلافت کو یا اس کے قریب کسی قابلِ ذکر حصے کو زندہ کریں گے۔

وغیرہ وغیرہ سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جن سے یاس اور ناامیدی پیدا ہوتی ہے۔

اور اس کے بالمقابل

(ا) دوسرے طبقے کی بات زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے خلاف شروع ہی سے زبردست سازشیں چل رہی تھیں۔ جن سے دین کا ایک اہم حصہ خلافت ضرور متاثر ہوا۔ لیکن دین کی اساس اور بنیاد قائم رہی اور آج تک قائم ہے اور قائم رہے گی۔

(ب) اسلام تاریخ کے مختلف دوروں میں خواہ کسی پیمانہ میں رہا اور خواہ کیسے ہی ناسازگار حالات سے اسے گزرنا پڑا لیکن اسلام کی شاہراہِ حیات ہر دَور میں موجود رہی اس پر کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ اس کی اساسی حیثیت کلیتہً مٹ چکی ہو اور آئندہ پھر نئے سرے سے طلوعِ اسلام ہوا ہو۔

(ج) خلافت بھی خلافت راشدہ متاثر ہوئی ورنہ کسی نہ کسی شکل میں اسلام کا نظامِ سیاسی دنیا کے مختلف گوشوں میں ہر دَور میں قائم رہا اور آج بھی ہے۔

اس لیے اگر خلافت، اسلام کا نظامِ حکومت اور اسلامی سلطنت زوال کا شکار ہو بھی گئی (گو یہ عظیم ترین نقصان ہوا) لیکن پھر بھی مایوسی کی کوئی بات نہیں کہ اسلام جس نے نظامِ خلافت اور اسلامی سلطنت کو بالیدگی عطا فرمائی تھی آج بھی زندہ ہے اور اس میں آج بھی اتنی طاقت موجود ہے کہ انسانیت کی اس عظیم وحدت کو پروان چڑھا سکے اور اس کے لاینحل مسائل کا حل پیش کر سکے۔ اس سے بڑی امید بندھتی ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب

سازشوں کی ابتدا

سید الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیا میں جتنا بڑا مقام رکھتے ہیں آپ کے دشمن بھی باقی انبیاء کے دشمنوں کے مقابلے میں اتنے ہی بڑے

تھے۔ قرآن مجید میں فرعون کی ہلاکت کا مشہور واقعہ آتا ہے کہ اپنی ہلاکت کو آنکھوں سے دیکھ کر اس نے بھی ایمان کا اقرار کر لیا گو قبول نہیں ہوا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا مشہور فرعون ابوجہل جنگ بدر میں جب دو بچوں نے اسے مار گرایا اور اس کا سر قلم کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آگے بڑھے تو اس نے ایسے میں بھی کہا ذرا نیچے سے سر کاٹنا تاکہ پتہ چلے کہ سردار کا سر ہے۔ بالکل اسی طرح آپ کے زمانہ اقدس کے سازشی بھی منافقت کی آخری سرحدوں کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سرفہرست عبداللہ بن ابی بن سلول کا نمبر ہے۔ "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین

ویسے تو منافقین کے حالات اللہ تعالیٰ نے بیشتر سورتوں میں بیان فرمائے ہیں۔ سورہ بقرہ، سورہ توبہ، سورہ نور وغیرہ لیکن "سورہ منافقون" کے نام سے ایک مستقل سورت بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ مدینہ میں زیادہ تر یہود اور مشرکین تھے، عیسائی بھی تھے مگر کم تعداد میں۔ مشرکین کا سرغنہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ بہت چالاک شاطر، ہوشیار اور تجربہ کار فتنہ پرور تھا۔ مدینہ کے اوس اور خزرج کے تمام قبائل پر اس کا اثر تھا۔ اس کی سرداری تسلیم کرتے تھے بلکہ باقاعدہ متفقہ طور پر مدینہ میں اس کی سرداری اور تاجپوشی کے لیے تیاریاں ہو رہی تھیں کہ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے کایا پلٹ گئی۔ دن بہ دن مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ مدینہ میں مسلمان سب سے بڑی طاقت سمجھے جانے لگے اور پھر سلسلۂ مواخات اور مدینہ کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ بھی آنحضرتؐ کے معاہدہ (جس میں یہود اور مشرکین بھی شریک تھے) نے بالکل ہی حالات بدل دیے اور ایک چھوٹی سی مسلم ریاست قائم ہو گئی۔ اس سے عبداللہ بن ابی کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اس کی سرداری خاک میں مل گئی لیکن تاہم مشرک قبائل پر اس کا اثر باقی تھا۔ نیز شرارتوں اور سازشوں میں تو یہ شخص یگانۂ روزگار تھا۔ اب رات دن اس کے انہی پریشان خوابوں پر گزرتے۔

عبداللہ بن ابی کی پہلی سازش

کہ اتنے میں اہل مکہ نے اس کو تہدید آمیز خط لکھا کہ تم نے ہمارے آدمیوں کو ہماری مرضی کے خلاف ٹھہرا لیا ہے مناسب یہ ہے کہ تم ان سے لڑ کر اپنے شہر سے نکال دو۔ ورنہ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمہارے نوجوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

مکہ والوں کا پیغام ملتے ہی اس نے اوس و خزرج کے ان لوگوں کو جو ابھی تک بت پرست تھے جمع کیا اور لڑائی پر آمادہ کر لیا۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہو گئی۔ آپ فوراً ان کے مجمع میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قریش نے تم سے چال کھیلی ہے اگر تم ان کی دھمکیوں میں آ گئے تو تمہارا بہت نقصان ہوگا۔ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی بھائیوں اور بیٹوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے اور اگر تمہیں قریش کا مقابلہ کرنا پڑے تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔ اس پر مجمع منتشر ہو گیا اور عبداللہ بن ابی دیکھتا رہ گیا۔ (سنن ابی داؤد رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۱۱۱)

عبداللہ بن ابی بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو گیا

شروع میں یہود و منافقین مدینہ آپؐ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہتے اور اسلام کی روز افزوں ترقیوں کا تختہ الٹنے کے لیے بہت کچھ چکر چلاتے مگر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور اسلام کو حیرت انگیز غلبہ ہوا تو عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ چیز تو اب رکنے والی نہیں چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمۂ اسلام پڑھنے لگے۔ لیکن دل میں کفر چھپا ہوا تھا اس لیے در پردہ اسلام کی مخالفت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ کافروں کی نسبت ان مسلمان نما کافروں نے اسلام اور اہل اسلام کو بہت نقصان پہنچائے۔

دوسری سازش

جب عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی بظاہر مسلمان ہو گئے تو اب یہ لوگ عبادات میں اور مشوروں میں بھی شریک ہوتے چنانچہ احد کے موقعہ پر جب کفار مکہ کا لشکر بدر کا بدلہ لینے

کے لیے انتہائی تیاری کے ساتھ حملہ آور ہوا اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اس وقت ہوا جب کفار مدینہ
کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے فوراً صحابہ کو بلا کر مشورہ
کیا۔ نوجوان صحابہ اور خصوصاً جو بدر میں شریک نہ ہو
سکے تھے نے یہ مشورہ دیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے
گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے شہر میں رہ کر مدافعت
کی تھی کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں کوئی
وحی یا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ان نوجوان صحابہ
کی دلداری کی خاطر آپ جنگ کا لباس پہن آئے اور
باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ فرمایا۔ عبداللہ بن ابی جو مسلمانوں
میں شامل سمجھا جاتا تھا اس مشورہ میں موجود تھا اس کی
بھی اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے یہی رائے تھی کہ شہر میں
ہی رہ کر مدافعت کی جائے لیکن ایسا نہ ہوا اور آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم بعد از نماز جمعہ ایک ہزار کا لشکر
لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی ایک ڈیڑھ میل چلے ہوں گے
کہ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر مدینہ واپس
ہو گیا اور کہا کہ جب ہماری رائے نہیں مانی گئی تو ہم
ان کا ساتھ کیوں دیں، عین موقعہ پر دغا دے گیا۔ یہ
لڑائی مدینہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھی۔ عہدنامہ کے
موافق یہود مدینہ کو بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ
کرنا چاہیئے تھا مگر عبداللہ بن ابی ان کو بھی واپس لے آیا
ایک ہزار کل لشکر تھا جسے اپنے سے پانچ گنے لشکر کا مقابلہ
کرنا تھا اس میں سے بھی تین سو عین موقعہ پر بہکا لے آیا۔
بھی کچھ اس کا بس چلتا تھا۔

تیسری سازش

منافق چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لیے باوجود
ان کی شرارتوں کے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ
نرمی والا سلوک فرماتے کہ شاید وہ دل سے مسلمان ہو جائیں۔
ان کو تمام اسلامی حقوق حاصل تھے اس لیے شریک لشکر ہونے
سے منع بھی نہیں کیے جا سکتے تھے۔ متعدد غزوات میں
مسلمانوں کی کامیابی کو دیکھ کر مالِ غنیمت میں حصہ لینے
کے لیے ۵ھ غزوہ بنی المصطلق میں انہوں نے بھی حصہ
لیا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ یہ شریک لشکر ہوئے لیکن ان
کی شرکت بڑی پریشانی کا موجب بنی اور واپسی تو کہیں نہ
چلا البتہ واپسی پر انہوں نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ بعض مہاجرین
و انصار میں کچھ تلخی سی پیدا ہو گئی اور پھر عبداللہ بن ابی نے
مہاجر و انصار کے مسئلہ کو خوب اچھالا اور کہنے لگا کہ ہم
ان (مہاجرین) کو جگہ نہ دیتے تو یہ آج ہمارا مقابلہ کیوں
کرتے اور انصار سے کہا کہ تم ہی ان کی ہر طرح کی خبر گیری
کرتے ہو جب ہی یہ بگڑ گئے ہیں اور یہاں تک ہذیان اگلی
کہ مدینہ پہنچ کر اس شہر میں کا زور و اقتدار والا ان ذلیلوں
کو ضرور نکال دے گا۔ زید بن ارقم ایک صحابی نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کر دی اور باقاعدہ
گواہیاں گزاریں۔ اس کو بلایا گیا تو اس نے صاف انکار کر
دیا اور قسمیں کھائیں کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ زید
نے دشمنی سے ہم پر یہ الزام دھرا ہے۔ چنانچہ اسی وقت
قرآن کی آیات اتریں اور اس کی ان ناگفتہ بہ باتوں کو دہرایا
جس سے حضرت زیدؓ کی تصدیق ہو گئی اور وہ جھوٹا ثابت ہوا
صحابہ نے کہا کہ ایسے گستاخ کو قتل کرنا چاہیئے لیکن حضورؐ نے
منع فرما دیا۔ یہاں تک کہ اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ جو
مخلص مسلمان تھے انہوں نے آگے بڑھ کر کہا حضور مجھے اجازت
دیں کہ میں اس کا کام تمام کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اسے
قتل کرنا نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن عبداللہ سے نہ رہا گیا اور مدینہ
میں داخلے کے وقت وہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور والد
سے کہا کہ جب تک تو اقرار نہیں کرے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عزت والے ہیں اور ذلیل تو ہے زندہ نہ چھوڑوں گا
آخر اقرار کروا کے چھوڑا، اور یہی نہیں بلکہ اکثر غنائم کی
تقسیم میں بھی یہ خود غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
زبان طعن کھولتے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا
گیا اور اگر انہیں جی بھر کر دے دیا جاتا تو خوش ہو جاتے
اور کوئی اعتراض نہ کرتے۔

چوتھی سازش

ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان سازشیوں (منافقین)
کو ضرور آزمایا جاتا، کبھی قحط و بیماری سے اور کبھی خود شارع
علیہ السلام کی زبانی ان کا نفاق ظاہر کر کے یا کبھی جنگ و جہاد کے
ذریعے ان کی بزدلی سب پر آشکارا ہوتی مگر یہ ایسے بے حیا اور

بد باطن واقع ہوئے تھے کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہ ہوتے۔ نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے بلکہ ان کی خلافِ اسلام سرگرمیاں آئے دن فزوں تر ہوتیں۔ یہاں تک کہ مسلمان پاک دامن بیبیوں پہ بہتان تراشی اور اتہام طرازی سے بھی باز نہ رہتے اور ان ظالموں نے تو نبیؐ کے گھرانے کو بھی معاف نہ فرمایا جن کی عصمت و عفت پہ فرشتے رشک کرتے اور خدائے ذوالجلال گواہیاں دیتے ہیں۔

الطیبٰتُ للطیبین والطیبون للطیبٰت۔ اولٰئک مبرؤن مما یقولون ہ

ان بدبختوں نے جتنا صحابہ کو ہر ہر موقعہ پر دق کیا اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دکھایا اور جو جو طوفان بدتمیزی برپا کئے ان سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ واقعہ افک ان ہی سازشوں کی ایک بہت بڑی کڑی ہے۔ یہی وہ دشمنانِ اسلام ہیں جو مارِ آستین بن کر ڈستے رہے۔ تاریخ اسلام کا درخشاں چہرہ مسخ کرنے والا یہی بد باطن ٹولہ ہے جس کا بانی اور سرغنہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ اختصار کے پیش نظر نمونہ کے طور پر اس کی چند سازشیں پیش کی گئی ہیں ورنہ اس کے لیے تو دفتر چاہیئے۔ زندگی کے آخری لمحوں تک ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ اپنی سی کوشش کر کے رہا۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کے ساتھ کریمانہ پیش آئے۔ بالآخر اللہ کریم نے اس کے لیے فیصلہ فرمایا۔ اے حبیب مکرم! اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش مانگیں میں ان کو نہیں معاف کروں گا۔ قارئین غور فرمائیں جن ناعاقبت اندیشوں نے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں یہ کچھ کیا جو خیر القرون تھا تو ان کے حاشیہ نشینوں اور لے پالکوں نے خلفاء کے دور میں کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ان کی منافقت اور سازشوں کو آشکارا کیا جائے جن کے آگے خلفاء اربعہ اور باقی صحابہؓ کرام نے بڑے بند باندھ کر دین متین کی حفاظت کی اور الحمدللہ آج ہمارے پاس دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ رضی اللہ عنہم و ارضاھم۔

(جاری ہے)

بقیہ: احسن القصص

ہیں۔ تو یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ ابھی حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ آپؐ کا قیام ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھا کہ یہ سورت نازل ہوئی

اس کے بعد ہے وھی مائۃ واحدی عشرۃ ایۃ۔ مائۃ عربی میں سو کو کہتے ہیں۔ احد عشرہ گیارہ کو کہتے ہیں۔ اس پورے جملے مائۃ واحدی عشرۃ ایتہ کا مطلب یہ ہوا کہ اس سورۃ کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں

واثناعشرہ رکوعًا۔ اثنا عشر عربی میں بارہ کو کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے کل رکوع ۱۲ ہیں۔ اب پوری عبارت کا مطلب یہ ہوا اس سورت کا نام سورۂ یوسف ہے۔ یہ مکہ مکرمہ میں اتری۔ اس کی کل آیتیں ایک سو گیارہ ہیں۔

اس کے بعد ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ثمرات الاوراق

مسلسل

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب۔ لاہور

حضرت شاہ اہل اللہؒ کی معمر جن صحابیؓ سے سماعت حدیث

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۵۲ میں بحوالہ مولانا صادق الیقین صاحب خلیفہ مجاز حضرت امام ربانی گنگوہیؒ اپنے مرشد کامل قطب ارشاد حضرت گنگوہی سے نقل کرتے ہیں۔ قال سمعت شیخی سیدنا ومولانا الجنجوهیؒ یقول سمعت الشاہ احمد سعیدؒ یقول سمعت الشاہ محمد اسحاقؒ یقول سمعت الشاہ اھل اللہ یقول سمعت الجن یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ترأ ابیض زیم فقتل فدمہ ھدرؒ

الحدیث حضرت شاہ اہل اللہ صاحب رح ایک دن کسی کتاب کے لکھنے میں مشغول تھے کہ اسی اثناء میں پاس سے ایک سانپ گزرا۔ حضرت ممدوح نے اس کو مار ڈالا۔ پھر لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہاں سانپ موجود نہ تھا۔ خیال کیا کہ شاید کوئی اور جانور اٹھا کر لے گیا ہے۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی اچانک آموجود ہوئے اور کہنے لگے چلئے ہمارا بادشاہ آپ کو بلا رہا ہے۔ فرمایا کہ بادشاہ کا فقیر کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم مؤدبانہ طور پر آپ کو لے جانا چاہتے ہیں۔ ورنہ ہمیں تو سختی اور درشتی سے لے جانے کا حکم ہے آپ مجبوراً ان کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب شہر سے باہر نکلے تو ایک میدان میں خیمے نصب شدہ دیکھے چنانچہ وہ ایک خیمہ میں مجھے لے گئے۔ وہاں تخت شاہی پر بادشاہ غصے کی حالت میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اور سامنے ایک لاش بھی پڑی ہوئی تھی نہایت غصہ کی حالت میں پوچھا کہ اس کو کیوں قتل کیا ہے۔ فرمایا میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔ ہاں البتہ آج ایک سانپ کو مارا ہے۔ اتنے میں ایک معمر سن رسیدہ سفید ریش قاضی القضاۃ تشریف لے آئے۔ بادشاہ نے اپنے پاس ان کو اعزاز سے بٹھایا۔ بادشاہ نے قاضی صاحب کی موجودگی میں حکم دیا کہ اس قاتل سے قصاص لیا جائے۔ قاضی صاحب نے مذکورہ بالا حدیث پڑھ کر سنائی۔ اور شاہ صاحب موصوف کو بری قرار دیدیا شاہ صاحب موصوف نے قاضی صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ ہزار سال گزرنے کے بعد کس طرح سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں قاضی صاحب نے فرمایا میں نے یہ حدیث خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ سے اس وقت سنی ہے۔ جب میں اصحاب صفہ کے ساتھ حلقۂ درس میں شریک تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ اس کے بعد شاہ صاحب موصوف کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ اپنی جگہ واپس لوٹنے کا حکم دیا گیا

حضرت علیؓ کا ایک عجیب فیصلہ

حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن بھیجا تھا وہاں کے لوگ شیر کا شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا کرتے تھے اور مختلف تدبیروں سے شیر کو اس گڑھے میں گرا کر اس کا شکار کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایسا ہی ایک گڑھا کھودا اور شیر کو اس میں گرا لیا۔ آس پاس کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے گڑھے کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اتنی دھکا پیل ہوئی کہ ایک آدمی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گڑھے میں گرنے لگا گرتے گرتے اس نے سنبھلنے کے لئے ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑا۔ اس سے دوسرے آدمی کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھی گرنے لگا۔ اس نے سنبھلنے کے لئے ایک تیسرے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور تیسرے نے چوتھے کا، یہاں تک چاروں گڑھے میں آرہے، شیر ابھی زندہ تھا اس نے چاروں کو اتنے زخمی کیا کہ وہیں ان کی موت واقع ہوگئی۔ اب مرنے والوں کے

بیٹے داروں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ ان کا خون بہا کون دے؟ گفتگو میں تیزی آ گئی یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں اور خونریزی ہونے ہی والی تھی کہ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو موقع پر پہنچے اور فرمایا: کیا تم چار آدمیوں کے لئے دو سو آدمیوں کا خون بہانا چاہتے ہو؟ آؤ میں جھگڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو خیر ورنہ یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے آپ سے فیصلہ کرا لینا"۔ یہ سن کر سب لوگ رک گئے اور حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان چاروں کی دیت (خون بہا) گڑھا کھودنے والے پر ہے لیکن اس ترتیب سے کہ پہلے آدمی کو چوتھائی دیت، دوسرے کو تہائی دیت، تیسرے کو آدھی دیت اور چوتھے کو پوری دیت ملے گی۔ بعد میں یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔

علامہ قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خطاءً قتل ہوئے تھے اور گڑھا کھودنے والا ان کی دیت کا ذمہ دار تھا۔ لیکن پہلا شخص مقتول ہونے کے ساتھ ساتھ تین آدمیوں کو کھینچنے کی وجہ سے ان کا قاتل بھی تھا لہٰذا جو دیت اس کو ملی اس کے تین حصے مقتولوں پر تقسیم ہو کر اس کے لئے صرف چوتھائی حصہ بچا، اسی طرح دوسرا شخص دو آدمیوں کا قاتل ہے اس لئے اس کی دیت کے دو تہائی حصے اس کے دو مقتولوں کو اور ایک حصہ خود اس کو ملے گا۔ تیسرا شخص ایک آدمی کا قاتل تھا اس لئے آدھی دیت اس کے مقتول کی اور آدھی دیت خود اس کی ہو گی۔ اور چوتھے نے کسی کو نہیں کھینچا اس لئے اسے پوری دیت ملے گی۔

(تفسیر القرطبی، ص ۱۴۲ ج ۱۵، تفسیر و اتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب)

دعائے صحت

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما حضرت مولانا عبدالحق ایم این اے مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب انارکلی لاہور ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے استدعا ہے کہ ان حضرات کے لیے خلوص دل سے دعا فرمائیں کہ خداوند قدوس ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

مولانا محمد ابراہیم جو عرصہ آٹھ ماہ سے گر جانے کے سبب بیمار ہیں نے ان تمام بزرگوں، دوستوں کا شکریہ ادا کیا جو ان کی تیمارداری کے لیے آئے یا خطوط لکھے۔ مولانا آج کل ستم ایلی ملک تحصیل مانسہرہ میں مقیم ہیں۔

بقیہ : اداریہ

ہمارے نمائندوں ... اللہ تم پر رحم فرمائے ...
اس خطبہ و تقریر کو اپنا کر آج بھی مجلس ... سکتی ہے؟

اے کاش! کہ اتر جائے کسی دل میں میری بات

احقر احمد علی عفی عنہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ...

اربابِ حکومت! یہ کھیل بند کرو

ہم نے پہلے بھی توجہ دلائی اور اب پھر کہنا چاہتے ہیں کہ ملک میں جبر و جور کی پالیسی نہ صرف حکمرانوں بلکہ (خدانہ کرے) ملک کے لیے بھی نقصان دہ ہوگی لیکن ہمارے حکمران ہیں کہ اندھے کی لاٹھی کا روایتی کردار اپنا رہے ہیں۔

گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم اور جامع مسجد نور کے سلسلہ میں حکومت اپنی ضد کو چھوڑ نہیں رہی۔ نتیجۃً شہر میں اشتعال ہے۔ گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور یہ بات آگے تک پھیل سکتی ہے۔

آج کی ڈاک سے تلہ گنگ (کیمبلپور) سے اطلاع ملی ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام تلہ گنگ کے بزرگ رہنما مولانا فضل احمد کو بلاوجہ پولیس لے گئی۔ جس کے نتیجہ میں شہر میں اشتعال پھیل گیا۔ ہڑتال ہو گئی۔ اور بڑی دیر کے بعد عاقبت نااندیش انتظامیہ کو ہوش آئی۔

اس قسم کے واقعات کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔ اس لیے ہوش کرو، ہوش میں آؤ۔ ورنہ ....

فون نمبر
٦٧٥٢٥

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر
٦٠٧٣

منظور شدہ ١۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ١٩٣٢١ ٩ مورخہ ٣ مئی ١٩٥٦ء ٢۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٣٧-٢٧٨١ مورخہ ٧ ستمبر ١٩٥٦ء محکمہ تعلیم ٣۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ٢٩/٩/٧٧٠٢-DDA9 مورخہ ٢ اگست ١٩٦٤ء (٤) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو G.M ٣٠/١٥٣١٠ مورخہ ٣ مارچ ١٩٦٧ء

اصلی حنفیت چھپ گئی ہے

٥٠ پیسے مع محصول ڈاک

انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے ... پریس ... میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا